۲۔ متن کی مدد سے خالی جگہیں پُر کریں۔

(ا) اطالوی پراٹھے کا نام ---------- ہے۔

(ب) رومن پارلیمنٹ کو انگریزی میں ---------- کہتے ہیں۔

(ج) سامنے تے وے رے ہے جو ماضی کا ---------- دکھاتی ہے۔

(د) زبان یا رومن ----------

(ہ) میلان ایک ---------- شہر ہے۔

(و) سسلی کا عربی نام ---------- ہے۔

(ز) ---------- پانی پر بنا ہوا ایک قدیم شہر ہے۔

(ح) نزلہ ہمیشہ ---------- پر گرتا ہے۔

۳۔ اس سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

۴۔ اپنے کسی سفر کی رُوداد شگفتہ پیرائے میں بیان کریں۔

سفرنامہ:

سفرنامہ نگاری دنیا کے تقریباً ہر ادب کی ایک مستقل صنف رہی ہے۔ جب کوئی ادیب سفر کے لیے گھر سے باہر نکلتا ہے۔ خواہ وہ سفر اندرونِ ملک ہو یا بیرونِ ملک اور وہ اپنے سفر کے تمام احوال قلمبند کرے تو ایسی تحریر کو "سفرنامہ" کہتے ہیں۔

سفرنامے میں وہ کسی خطے یا کسی ملک کی تاریخ بھی شامل کرتا ہے اور اُس کا جغرافیہ بھی، وہاں کی تہذیب و تمدن بھی اور اُس جگہ کے معاشی و معاشرتی حالات کی جھلکیاں بھی۔ ان تمام باتوں کو دلچسپ اور پرلطف بنانے کے لیے سفرنامہ نگار اُس میں کہانی کا عنصر شامل کر دیتا ہے۔ یعنی سفرنامہ نگار انجانی دنیا کی سیر کے دوران تحیر (تعجب، حیرت) اور تجسس (Suspense) کے جن مراحل سے گزرتا ہے۔ اُنھیں افسانوی رنگ دے کر اپنے سفرنامے کو قاری کے لیے دلچسپ اور معلومات افزا بنا دیتا ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ سفرنامہ کسی ملک کی جغرافیائی، سماجی، معاشی اور معاشرتی حالات کی ایک دلچسپ اور مستند تاریخ ہوتی ہے۔ اُردو زبان کا پہلا سفرنامہ نگار یوسف حلیم خان کمبل پوش ہے۔

(ترجمہ بشیر احمد بلوچ)

لالچی وزیر

لوک کہانیاں عوام کے خیالات و جذبات کی ترجمان ہوتی ہیں۔ لوک کہانیاں تحریری شکل میں نہیں ہوتیں بلکہ سینہ بہ سینہ اور نسل در نسل چلتی رہتی ہیں۔ مختلف معاشروں، خطوں اور علاقوں کے سماجی، معاشی، سیاسی اور معاشرتی حالات ان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی کہانی کچھ تبدیلیوں کے ساتھ مختلف علاقوں میں رائج ہو۔

لوک کہانیوں میں مذہبی اور دینی عقائد کی بجائے خوش اعتقادی اور ضعیف اعتقادی کا عمل دخل زیادہ ہوتا ہے۔ لوک کہانی کے ذریعے کسی بھی مخصوص علاقے یا خطے میں بسنے والے لوگوں کے رسم و رواج، طور طریقے، زندگی گزارنے کے ڈھنگ اور ثقافتی اقدار و روایات کا اظہار ہوتا ہے۔

شامل نصاب کہانی بشیر احمد بلوچ کی مرتب کردہ کتاب "بلوچی لوک کہانیاں" سے لی گئی ہے۔ اس کہانی کا اسلوب سادہ اور عوامی ہے۔ اور یہی اسلوب کسی لوک کہانی کا خاصہ ہوتا ہے۔

ایک بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ ملک میں سب سے خراب چیز کل صبح مجھے لا دو۔ وزیر اپنے گھر آیا تو سوچ سوچ کر کافی پریشان ہو گیا کہ معلوم نہیں، سب سے خراب چیز کون سی ہے؟ بادشاہ تو کل مجھے مار ڈالیں گے۔ وزیر اسی غم میں شہر سے بھاگ نکلا اور ایک ویرانے میں پہنچ گیا۔ اس نے بکریوں کا ریوڑ دیکھا۔ گڈریا اس کے ساتھ ہے اور کوئی نہیں۔

وزیر نے دیکھا کہ ساری بکریوں کے گلے میں سونے کی گھنٹیاں پڑی ہوئی ہیں۔ وزیر نے گڈریے سے پوچھا کہ تمھاری بکریوں کے گلے میں کیا پڑا ہوا ہے؟

گڈریے نے جواب دیا کہ بکریوں کے گلے میں پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ وزیر نے پوچھا: یہ پتھر کہاں سے ملے گا۔ مجھے وہ جگہ بتاؤ۔

گڈریے نے کہا: رات کو میرے ساتھ چلو۔ جب صبح ہوگی تو میں وہ پہاڑ تمھیں بتلاؤں گا۔

وزیر گڈریے کے ساتھ ہولیا۔ رات ہوگئی۔ گڈریے کے گھر میں ٹھہرا۔ گڈریا اپنی بکریوں کے پاس ہی سو گیا۔ آدھی رات کو جب وزیر کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ گڈریا بیٹھا کچھ پڑھ رہا ہے۔ وزیر اُٹھ کر گڈریے کے پاس آگیا۔ اُس نے دیکھا کہ گڈریے کے سامنے ایک بکری سو رہی ہے اور گڈریا کہہ رہا ہے: سبحان اللہ.........

گڈریا وظیفہ پڑھتا رہا اور رات ختم ہوگئی۔

صبح ناشتا کرنے کے بعد وزیر نے کہا: اب وہ پہاڑ مجھے دکھاؤ۔ مجھے ضروری جانا ہے۔ گڈریے نے کہا: آج میں اُس طرف نہیں جاسکتا، تم آج یہیں بیٹھے رہو۔

وزیر نے گڈریے سے کہا: اچھا تو تم مجھے بکریوں کے گلے سے کچھ اتار کر دے دو اور بعد میں دوسرے پتھر لا کر ان کے گلے میں ڈال دو۔

گڈریے نے کہا: میں اپنی بکریوں کا دودھ جس برتن میں کُتے کو پلاتا ہوں۔ تم بھی دودھ اُس برتن میں پیو، جس طرح کُتا پیتا ہے۔ پھر میں بکریوں کے گلے سے پتھر اُتار کر تمھیں دے دوں گا۔ گڈریے نے کُتے والے گندے برتن میں دودھ لیا، پھر اس نے وزیر سے پوچھا: تم ہو کون؟ وزیر نے بادشاہ کا نام لے کر ساری بات بتائی کہ بادشاہ نے مجھے حکم دیا کہ سب سے خراب چیز میرے پاس لاؤ۔ اب مجھے پتا نہیں کہ سب سے خراب چیز کون سی ہوتی ہے؟ میں نے سوچا سونا لے کر بادشاہ کے پاس جاؤں گا تو وہ خوش ہو جائے گا۔

گڈریے نے کہا کہ سونا تو میں تمھیں بہت دکھاؤں گا۔ اس طرح تمھیں سونے کا پہاڑ دکھائی نہیں دے گا۔ تم کتے کی طرح کھاؤ پیو، پھر تمھاری آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ جائے گا اور تم دیکھو گے کہ یہ پہاڑ سب سونے کے ہیں۔

وزیر کتے کی طرح دودھ پینے کے لیے تیار ہوگیا۔ وہ اپنے گھٹنے تہہ کر کے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا تو گڈریے نے اُسے دھکا دیا کہ ہٹ جاؤ، ابھی تک تمھیں پتا نہیں چلا کہ سب سے خراب چیز کون سی ہے؟ ''لالچ'' سب سے خراب چیز ہے۔ سب کو خوار کر دیتی ہے۔ تم نے بھی لالچ میں آکر اپنا حال دیکھا۔

وزیر واپس بادشاہ کے پاس چلا گیا اور اُسے بتایا کہ سب چیزوں سے بُری لالچ ہے۔ بادشاہ نے قبول کر لیا۔

Not For Sale

مشق

۱۔ مختصر جواب لکھیں۔

ا۔ لوک کہانی کی تعریف کریں۔

ب۔ لوک کہانی پر کون سے عناصر اور عوامل اثر انداز ہوتے ہیں؟

ج۔ بادشاہ نے وزیر سے کیا فرمائش کی؟

د۔ وزیر نے ویرانے میں کیا دیکھا؟

ہ۔ سونے کا پہاڑ دکھانے کے لیے گڈریے نے کیا شرط پیش کی؟

و۔ گڈریے کے مطابق لالچ انسان کو کس حد تک گرا دیتی ہے؟

۲۔ گڈریے اور وزیر کے درمیان ہونے والی گفتگو اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔

۳۔ قواعد کے مطابق جملے درست کریں

ا۔ وزیر تیار ہوگیا، کُتے کی طرح دودھ پینے کے لیے۔

ب۔ دُنیا کی سب سے بُری چیز ہے لالچ۔

ج۔ وزیر کی جب آنکھ کھلی آدھی رات کو۔

د۔ گڈریے نے دودھ لیا، کُتے والے گندے برتن میں۔

ہ۔ وہ دوزانو ہو کر اپنے گھٹنے تہہ کر کے بیٹھ گیا۔

۴۔ درج ذیل اقتباس کا خلاصہ لکھیں۔ جو اصل عبارت کی ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔

آخر میں نے بھی بے حیائی کا جامہ پہن لیا۔ پٹنا قسمت میں لکھا ہے تو یوں ہی سہی۔ یوں بھی پٹنا، ووں بھی پٹنا۔ پھر کام کر کے اپنے آپ کو مفت میں کیوں تھکائیں۔ نکمے کا خطاب ملتا ہے۔ تو ملنے دو۔ برا بھلا کہتے ہیں تو کہنے دو۔ اس کان سنو اس کان اُڑا دو۔ آپ ہی بک بک کر تھک جائیں گے۔ یہ چال بھی گھورنے کی طرح کامیاب ہوئی۔ سب چیختے چلاتے مگر میں ٹس سے مس نہ ہوتا۔ جہاں کسی نے ذرا ہاتھ لگایا اور میں نے اس زور سے چیخ ماری گویا کسی نے گلا گھونٹ دیا ہے۔ کبھی کسی نے میری اس ترکیب کو دیکھ لیا تو راز کھل گیا، نہیں تو مارنے والا خود گھبرا گیا۔ دوسروں نے غل مچایا، کہ اے ہے! لونڈے کو مار ڈالا۔ کبھی تو مارنے والے صاحب مجھ سے زیادہ پٹ گئے اور کبھی ڈانٹ ڈپٹ ہوگئی۔ مگر ہم کام سے بچ گئے۔ مگر بابا ''ہر فرعونے راموسیٰ'' چھوٹی صاحب زادی صاحبہ کچھ مجھ سے زیادہ تیز تھیں۔ خود ہی مجھے مارتیں اور خود ہی رونے بیٹھ جاتیں۔ بھلا ان کے مقابلے میں مجھ بچارے کی کیا ہستی تھی۔ الٹی مجھ پر ہی لے دے ہوتی، غرض اس لڑکی کے ہاتھوں ناک میں دم آگیا۔ مگر میں بھی بدلہ لیے بغیر تھوڑا ہی مانتا تھا۔ مارنے کی تو ہمت نہ ہوتی تھی ہاں کبھی بیگم صاحبہ ان پر خفا ہوتیں، تو میں بھی الٹی سیدھی بہت کچھ لگا تا۔ مہینہ مہینہ بھر پہلے کی باتیں یاد دلاتا۔ اگر قسمت نے یاوری کی تو کام بن گیا اور صاحبزادی صاحبہ کی خوب کندی ہوگئی۔ نہیں تو لترا پے کا الزام لگا۔ بیگم صاحبہ نے بیٹی کا غصہ مجھ غریب پر اُتار لیا۔

Not For Sale